ووٹ کی شرعی حیثیت

جید علماء اکرام کے مضامین

ترتیب: محمد داؤد الرحمن علی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ووٹ کی شرعی حیثیت

جید علماء اکرام کے مضامین

ترتیب: محمد داؤد الرحمن علی

فہرست مضامین

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
ووٹ کی شرعی حثیت	1	ووٹ کی شرعی حثیت دار العلوم دیوبند	18
انتخابات میں ووٹ کی شرعی حثیت	6	ووٹ کس کو دینا چاہئے	19
ووٹ کی شرعی حثیت مفتی منیب الرحمن	11	موجودہ حالات میں ووٹ ڈالنے کا شرعی حکم	20
ووٹ کی شرعی حثیت قاضی نسیم	14	اُمیدیں اور انتخاب	22

ووٹ کی شرعی حیثیت!

شیخ المشائخ فقیہ العصر مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب

آج کی دنیا میں اسمبلیوں، کونسلوں، میونسپل وارڈوں اور دوسری مجالس اور جماعتوں کے انتخابات میں جمہوریت کے نام پر جو کھیل کھیلا جارہا ہے کہ زور وزر اور غنڈہ گردی کے سارے طاغوتی وسائل کا استعمال کر کے یہ چند روزہ موہوم اعزاز حاصل کیا جاتا ہے اور اس کے عالم سوز نتائج ہر وقت آنکھوں کے سامنے ہیں اور ملک وملت کے ہمدرد وسمجھدار انسان اپنے مقدور بھر اس کی اصلاح کی فکر میں بھی ہیں، لیکن عام طور پر اس کو ایک ہار جیت کا کھیل اور خالص دنیاوی دھندہ سمجھ کر ووٹ لیے اور دیئے جاتے ہیں، لکھے پڑھے دیندار مسلمانوں کو بھی اس طرف توجہ نہیں ہوتی کہ یہ کھیل صرف ہماری دنیا کے نفع نقصان اور آبادی یا بربادی تک نہیں رہتا، بلکہ اس کے پیچھے کچھ طاعت ومعصیت اور گناہ وثواب بھی ہے، جس کے اثرات اس دنیا کے بعد بھی یا ہمارے گلے کا ہار عذاب جہنم بنیں گے یا پھر درجاتِ جنت اور نجاتِ آخرت کا سبب بنیں گے، اور اگرچہ آج کل اس اکھاڑہ کے پہلوان اور اس میدان کے مرد، عام طور پر وہی لوگ ہیں جو فکرِ آخرت اور خدا ورسول کی طاعت ومعصیت سے مطلقاً آزاد ہیں اور اس حالت میں اُن کے سامنے قرآن وحدیث کے احکام پیش کرنا ایک بے معنی وعبث فعل معلوم ہوتا ہے، لیکن اسلام کا ایک یہ بھی معجزہ ہے کہ مسلمانوں کی پوری جماعت کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہوتی، ہر زمانہ اور ہر جگہ کچھ لوگ حق پرست بھی قائم رہتے ہیں جن کو اپنے ہر کام میں حلال وحرام کی فکر اور خدا اور رسول کی رضا جوئی پیش نظر رہتی ہے، نیز قرآن کریم کا یہ بھی ارشاد ہے:

وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ(۱)۔

یعنی "آپ نصیحت کی بات کہتے رہیں کیونکہ نصیحت مسلمانوں کو نفع دیتی ہے"، اس لیے مناسب معلوم ہوا کہ انتخابات میں اُمیدواری اور ووٹ کی شرعی حیثیت اور اُن کی اہمیت کو قرآن اور سنت کی رو سے واضح کر دیا جائے شاید کچھ بندگانِ خدا کو تنبیہ ہو اور کسی وقت یہ غلط کھیل صحیح بن جائے۔

حاشیہ(۱): سورۃ الذاریات: ۵۵۔

اُمیدواری:۔

کسی مجلس کی ممبری کے انتخابات کے لیے جو اُمیدوار کی حیثیت سے کھڑا ہو وہ گویا ملت کے سامنے دو چیزوں کا مدعی ہے:۔

ایک یہ کہ وہ اس کام کی قابلیت رکھتا ہے جس کا اُمیدوار ہے۔

دوسرے یہ کہ وہ دیانت وامانت داری سے اس کام کو انجام دے گا۔

اب اگر واقع میں وہ اپنے اس دعویٰ میں سچا ہے یعنی قابلیت بھی رکھتا ہے، اور امانت و دیانت کے ساتھ قوم کی خدمت کے جذبہ سے اس میدان میں آیا، تو اس کا یہ عمل کسی حد تک درست ہے، اور بہتر طریق اس کا یہ ہے کہ کوئی شخص خود مدعی بن کر کھڑا نہ ہو بلکہ مسلمانوں کی کوئی جماعت اس کو اس کام کا اہل سمجھ کر نامزد کردے، اور جس شخص میں اس کام کی صلاحیت ہی نہیں وہ اگر اُمیدوار ہو کر کھڑا ہو تو "قوم کا غدار اور خائن" ہے اس کا ممبری میں کامیاب ہونا ملک و ملت کے لیے خرابی کا سبب تو بعد میں بنے گا، پہلے تو وہ خود غدر و خیانت کا مجرم ہو کر عذاب جہنم کا مستحق بن جائے گا، اب ہر وہ شخص جو کسی مجلس کی ممبری کے لیے کھڑا ہوتا ہے، اگر اس کو کچھ آخرت کی بھی فکر ہے تو اس میدان میں آنے سے پہلے خود اپنا جائزہ لے لے، اور یہ سمجھ لے کہ اس ممبری سے پہلے تو اس کی ذمہ داری صرف اپنی ذات اور اپنے اہل و عیال ہی تک محدود تھی، کیونکہ بنص حدیث ہر شخص اپنے اہل و عیال کا بھی ذمہ دار ہے، اور اب کسی مجلس کی ممبری کے بعد جتنی خلق خدا کا تعلق اس مجلس سے وابستہ ہے، اُن سب کی ذمہ داری کا بوجھ اُس کی گردن پر آتا ہے، اور وہ دنیا و آخرت میں اس ذمہ داری کا مسئول اور جواب دہ ہے۔

ووٹ اور ووٹر:۔

کسی اُمیدوار ممبری کو ووٹ دینے کی از روئے قرآن و حدیث چند حیثیتیں ہیں:۔

ایک حیثیت "شہادت" کی ہے کہ ووٹر جس شخص کو اپنا ووٹ دے رہا ہے، اس کے متعلق اس کی شہادت دے رہا ہے، کہ یہ شخص اس کام کی قابلیت بھی رکھتا ہے، اور دیانت اور امانت بھی اور اگر واقع میں اس شخص کے اندر یہ صفات نہیں ہیں، اور ووٹر یہ جانتے ہوئے، اس کو ووٹ دیتا ہے، تو وہ ایک جھوٹی شہادت ہے، جو سخت کبیرہ گناہ اور وبال دنیا و آخرت ہے، صحیح بخاری کی حدیث میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "شہادتِ کاذبہ" کو شرک کے ساتھ کبائر میں شمار فرمایا ہے، (**مشکوٰۃ**) اور ایک دوسری حدیث میں جھوٹی شہادت کو اکبر کبائر میں فرمایا ہے، (بخاری و مسلم) جس حلقہ میں چند امیدوار کھڑے ہوں، اور ووٹر کو یہ معلوم ہے کہ قابلیت اور دیانت کے اعتبار سے فلاں آدمی قابل ترجیح ہے، تو اس کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو ووٹ دینا اس اکبر کبائر میں اپنے آپ کو مبتلا کرنا ہے۔ اب ووٹ دینے والا اپنی آخرت اور انجام کو دیکھ کر ووٹ دے، محض رسمی مروت یا کسی طمع و خوف کی وجہ سے اپنے آپ کو اس وبال میں مبتلا نہ کرے۔

دوسری حیثیت ووٹ کی "شفاعت" یعنی "سفارش" ہے کہ ووٹر اس کی نمائندگی کی سفارش کرتا ہے، اس سفارش کے بارہ میں قرآن کریم کا یہ ارشاد ہر ووٹر کو اپنے سامنے رکھنا چاہیے:۔

مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا (۱)۔

یعنی "جو شخص اچھی سفارش کرتا ہے، اس میں اس کو بھی حصہ ملتا ہے، اور بری سفارش کرتا ہے، تو اس کی برائی میں اس کا بھی حصہ لگتا ہے"۔

اچھی سفارش یہی ہے کہ قابل اور دیانت دار آدمی کی سفارش کرے، جو خلقِ خدا کے حقوق صحیح طور پر ادا کرے، اور بری سفارش یہ ہے کہ نااہل، نالائق، فاسق ظالم کی سفارش کر کے اس کو خلقِ خدا پر مسلط کرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے ووٹوں سے کامیاب ہونے والا امیدوار اپنے پنج سالہ دور میں جو نیک یا بد عمل کرے گا، ہم بھی اس کے شریک سمجھے جائیں گے۔

حاشیہ(۱):سورۃ النساء:۸۵۔

ووٹ کی ایک تیسری شرعی حیثیت "وکالت" کی ہے کہ ووٹ دینے والا اس امیدوار کو اپنا نمائندہ اور وکیل بناتا ہے، لیکن اگر یہ وکالت اس کے کسی شخصی حق کے متعلق ہوتی، اور اس کا نفع نقصان صرف اس کی ذات کو پہنچتا تو اس کا یہ خود ذمہ دار ہوتا، مگر یہاں ایسا نہیں کیونکہ یہ وکالت ایسے حقوق کے متعلق ہے، جن میں اس کے ساتھ پوری قوم شریک ہے، اس لیے اگر کسی نااہل کو اپنی نمائندگی کے لئے ووٹ دے کر کامیاب بنایا تو پوری قوم کے حقوق پامال کرنے کا گناہ بھی اس کی گردن پر رہا۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہمارا ووٹ تین حیثیتیں رکھتا ہے: ایک شہادت، دوسرے سفارش، تیسرے حقوق مشترکہ میں وکالت، تینوں حیثیتوں میں جس طرح نیک، صالح، قابل آدمی کو ووٹ دے نا موجب ثواب عظیم ہے، اور اس کے ثمرات اس کو ملنے والے ہیں، اس طرح نااہل یا غیر متدین شخص کو ووٹ دینا جھوٹی شہادت بھی ہے اور بری سفارش بھی اور ناجائز وکالت بھی اور اس کے تباہ کن ثمرات بھی اس کے نامۂ اعمال میں لکھے جائیں گے۔

ضروری تنبیہ:۔

مذکورہ الصدر بیان میں جس طرح قرآن وسنت کی رُو سے یہ واضح ہوا کہ نااہل، ظالم، فاسق اور غلط آدمی کو ووٹ دینا گناہ عظیم ہے اسی طرح ایک اچھے نیک اور قابل آدمی کو ووٹ دینا ثواب عظیم ہے بلکہ ایک فریضہ شرعی ہے، قرآن کریم نے جیسے جھوٹی شہادت کو حرام قرار دیا ہے، اسی طرح سچی شہادت کو واجب و لازم بھی فرمایا ہے۔ ارشاد باری ہے:۔

كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ (۱)۔

اور دوسری جگہ ارشاد ہے:۔

كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ (۲)۔

ان دونوں آیتوں میں مسلمانوں پر فرض کیا ہے کہ سچی شہادت سے جان نہ چرائیں، اللہ کے لیے ادائیگی شہادت کے واسطے کھڑے ہو جائیں۔

تیسری جگہ سورۃ طلاق میں ارشاد ہے:۔

وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ (۳)۔

یعنی اللہ کے لئے سچی شہادت کو قائم کرو، ایک آیت میں یہ ارشاد فرمایا کہ سچی شہادت کو چھپانا حرام اور گناہ ہے،

ارشاد ہے:۔

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ (۴)۔

یعنی شہادت کو نہ چھپاؤ اور جو چھپائے گا، اس کا دل گناہ گار ہے۔

حاشیہ(۱): ترجمہ: "کھڑے ہو جایا کرو اللہ کے واسطے گواہی دینے کو انصاف کی"۔(سورۃ المائدہ:۸)۔

۔(۲): ترجمہ: "قائم رہو انصاف پر گواہی دو اللہ کی طرف"۔(سورۃ النساء:۱۳۵)۔

۔(۳):سورۃ الطّلاق:۲۔

۔(۴):سورۃ البقرہ:۲۸۳۔

ان تمام آیات نے مسلمانوں پر یہ فریضہ عائد کر دیا ہے کہ سچی گواہی سے جان نہ چرائیں، ضرور ادا کریں، آج جو خرابیاں انتخابات میں پیش آ رہی ہیں، ان کی بڑی وجہ یہ بھی ہے، کہ نیک صالح حضرات عموماً ووٹ دینے ہی سے گریز کرنے لگے جس کا لازمی نتیجہ وہ ہوا جو مشاہدہ میں آ رہا ہے، کہ ووٹ عموماً ان لوگوں کے آتے ہیں جو چند ٹکٹوں میں خرید لیے جاتے ہیں، اور ان لوگوں کے ووٹوں سے جو نمائندے پوری قوم پر مسلط ہوتے ہیں، وہ ظاہر ہے، کہ کس قماش اور کس کردار کے لوگ ہوں گے، اس لیے جس حلقہ میں کوئی بھی امیدوار قابل اور نیک معلوم ہو، اسے ووٹ دینے سے گریز کرنا بھی شرعی جرم اور پوری قوم وملت پر ظلم کا مرادف ہے، اور اگر کسی حلقہ میں کوئی بھی امیدوار صحیح معنی میں قابل اور دیانت دار نہ معلوم ہو، مگر ان میں سے کوئی ایک صلاحیت کار اور خدا ترسی کے اصول پر دوسروں کی نسبت سے غنیمت ہو، تو تقلیل شر اور تقلیل ظلم کی نیت سے اس کو بھی ووٹ دے دینا جائز بلکہ مستحسن ہے، جیسا کہ نجاست کے پورے ازالہ پر قدرت نہ ہونے کی صورت میں تقلیل نجاست کو اور پورے ظلم کو دفع کرنے کا اختیار نہ ہونے کی صورت میں تقلیل ظلم کو فقہاء رحمہم اللہ نے تجویز فرمایا ہے۔ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

خلاصہ یہ ہے کہ:۔

انتخابات میں ووٹ کی شرعی حیثیت کم از کم ایک شہادت کی ہے جس کا چھپانا بھی حرام ہے، اور اس میں جھوٹ بولنا بھی حرام، اس پر کوئی معاوضہ لینا بھی حرام، اس میں محض ایک سیاسی ہار جیت اور دنیا کا کھیل سمجھنا بڑی بھاری غلطی ہے، آپ جس امیدوار کو ووٹ دیتے ہیں، شرعاً آپ اس کی گواہی دیتے ہیں کہ یہ شخص اپنے نظریے اور علم وعمل اور دیانت داری کی رو سے اس کام کا اہل اور دوسرے اُمیدواروں سے بہتر ہے، جس کام کے لیے یہ انتخابات ہو رہے ہیں، اس حقیقت کو سامنے رکھیں تو اس سے مندرجہ ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں:۔

۔۱).....آپ کے ووٹ اور شہادت کے ذریعہ جو نمائندہ کسی اسمبلی میں پہنچے گا، وہ اس سلسلے میں جتنے اچھے یا برے اقدامات کرے گا، ان کی ذمہ داری آپ پر بھی عائد ہوگی، آپ بھی اس کے ثواب یا عذاب میں شریک ہوں گے۔

۲).....اس معاملہ میں یہ بات خاص طور پر یاد رکھنے کی ہے کہ شخصی معاملات میں کوئی غلطی بھی ہوجائے، تو اس کا اثر بھی شخصی اور محدود ہوتا ہے، ثواب و عذاب بھی محدود، قومی اور ملکی معاملات سے پوری قوم متاثر ہوتی ہے اس کا ادنیٰ نقصان بھی بعض اوقات قوم کی تباہی کا سبب بن جاتا ہے، اس لیے اس کا ثواب وعذاب بھی بہت بڑا ہے۔

۳)..... سچی شہادت کا چھپانا از روئے قرآن حرام ہے، اس لیے آپ کے حلقہ انتخاب میں اگر کوئی صحیح نظریہ کا حامل و دیانت دار نمائندہ کھڑا ہے، تو اس کو ووٹ دینے میں، کوتاہی کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

۴).....جو امیدوار نظامِ اسلامی کے خلاف کوئی نظریہ رکھتا ہے، اس کو ووٹ دینا ایک جھوٹی شہادت ہے، جو گناہ کبیرہ ہے۔

۵).....ووٹ کو پیسوں کے معاوضہ میں دینا بدترین قسم کی رشوت ہے، اور چند ٹکوں کی خاطر اسلام اور ملک سے بغاوت ہے، دوسروں کی دنیا سنوارنے کے لیے اپنا دین قربان کر دینا کتنے ہی مال و دولت کے بدلے میں ہو، کوئی دانشمندی نہیں ہوسکتی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، کہ وہ شخص سب سے زیادہ خسارے میں ہے، جو دوسرے کی دنیا کے لیے اپنا دین کھو بیٹھے۔ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم۔ (از: جواہر الفقہ: ۵/۵۳۱۔۵۳۶)

انتخابات میں ووٹ کی شرعی حثیت

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی جسٹس (ر) وفاقی شرعی عدالت پاکستان

موجودہ دور میں گندی سیاست نے الیکشن اور ووٹ کے لفظوں کو اتنا بدنام کر دیا ہے کہ اس کے ساتھ مکروفریب، جھوت، رشوت اور دغابازی کا تصوّر لازِم ذات ہوکر رہ گیا ہے، اسی لیے اکثر شریف لوگ اس جھنجھٹ میں پڑنے کو مناسب ہی نہیں سمجھتے۔ اور یہ غلط فہمی تو بے حد عام ہے کہ الیکشن اور ووٹوں کی سیاست کا دین و مذہب سے کوئی واسطہ نہیں۔ اس سلسلے میں ہمارے معاشرے کے اندر چند در چند غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں، یہاں ان کا ازالہ بھی ضروری ہے۔

اپنے ووٹ کو استعمال کرنا شرعاً ضروری ہے

پہلی غلط فہمی سیدھے سادے لوگوں میں اپنی طبعی شرافت کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے، اس کا منشاء اتنا بُرا نہیں، لیکن نتائج بہت برے ہیں، وہ غلط فہمی یہ ہے کہ آج کی سیاست مکروفریب کا دوسرا نام بن چکی ہے، اس لیے نہ شریف آدمیوں کا نہ سیاست میں حصہ لینا چاہیئے، نہ الیکشن میں کھڑا ہونا چاہیئے اور نہ ووٹ ڈالنے کے خرشے میں پڑنا چاہیے۔ یہ غلط فہمی خواہ کتنی نیک نیتی کے ساتھ پیدا ہوئی ہو، لیکن بہر حال غلط اور ملک ملّت کے لیے سخت مضر ہے۔ ماضی میں ہماری سیاست بلاشبہ مفاد پرست لوگوں کے ہاتھوں گندگی کا ایک تالاب بن چکی ہے، لیکن جب تک کچھ صاف سُتھرے لوگ اسے پاک کرنے کے لیے آگے نہیں بڑھیں گے اس گندگی میں اضافہ ہی ہوتا چلا جائے گا۔۔ اور پھر ایک نہ ایک دن یہ نجاست خود ان کے گھروں تک پہنچ کر رہے گی۔ لہٰذا عقل مندی اور شرافت کا تقاضا یہ نہیں کہ سیاست کی اس گندگی کو دور دور سے بُرا کہا جاتا رہے بلکہ عقل مندی کا تقضا یہ ہے کہ سیاست کے میدان کو ان لوگوں کے ہاتھ سے چھننے کی کوشش کی جائے جو مسلسل اسے گندا کر رہے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

النّاس إذا رائو الظالم فلَم يَاخذو علي يديه أوشك أيعمهم الله بعقاب (جمع الفوائد صفحه ۵۱ جلد ۲: بحواله ابوداؤد ترمزی)

اگر لوگ ظالم کو دیکھ کر اس کا ہاتھ نہ پکڑیں تو کچھ بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سب پر عذاب عام نازل فرمائیں۔

اگر آپ کھلی آنکھوں دیکھ رہے ہیں کہ ظلم ہو رہا ہے، اور انتخابات میں سرگرم حصہ لے کر اس ظلم کو کسی نی کسی درجے میں مٹانا آپ کی قدرت میں ہے تو اس حدیث کی رو سے یہ آپ کا فرض ہے کہ خاموش بیٹھنے کے بجائے ظالم کا ہاتھ پکڑ کر اس ظلم کو روکنے کی مقدور بھر کوشش کریں۔

بہت سے دیندار لوگ سمجھتے ہیں کہ اگر ہم اپنا ووٹ استعمال نہیں کرینگے تو اس سے کیا نقصان ہوگا؟ لیکن سنیے: سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے مسند احمد میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من اُنِّي عنده مؤمن فلم ينصره وهو يقدر على أن ينصره ذله الله على رئووس الاخلاق (ايضاحصه ۱۰ جلد ۲)

جس شخص کے سامنے کسی مومن کو ذلیل کیا جارہا ہو اور وہ اس کی مدد کرنے پر قدرت رکھنے کے باوجود مدد نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسے (قیامت کے میدان میں) برسرِ عالم رسوا کرے گا۔

ووٹ نہ دینا حرام ہے

شرعی نقطہ نظر سے ووٹ کی شرعی حیثیت شہادت اور گواہی کی سی ہے، اور جس طرح جھوٹی گواہی دینا حرام اور ناجائز ہے اسی طرح ضرورت کے موقع پر شہادت چھپانا بھی حرام ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَن يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ (سورة البقرة:283)

اور تم گواہی کو نہ چھپاؤ، اور جو شخص گواہی چھپائے اس کا دل گناہ گار ہے۔

اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ كَتَمَ شَهَادَةً إِذَا دُعِيَ إِلَيْهَا كَانَ كَمَنْ شَهِدَ بِالزُّورِ (جمع الفوائد بحواله طبرانی صفحه ۶۲ جلد ۱)

جس کسی کو شہادت کے لیے بلایا جائے پھر وہ اسے چھپائے تو وہ ایسا ہے جیسے جھوٹی گواہی دینے والا ہو۔

بلکہ گواہی دینے کے لیے اس لام نے اس بات کو پسند کیا ہے کہ کسیٔ کے مطالبہ کرنے سے پہلے ہی انسان اپنا فریضہ ادا کردے، اور اس میں کسی کی دعوت یا ترغیب کا انتظار بھی نہ کرے، حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِخَيرِ الشُّهَدَاءِ اَلَّذِي يَاتِي بِشَهَادَتِه قَبْلَ اَنْ يُسْأَلَهَا (ايضاً صفحه ۳۶۱ جلد ۱ بحواله مالك و مسلم)

کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ بہترین گواہ کون ہے؟ وہ شخص ہے جو اپنی گواہی کسی کے مطالبہ کرنے سے پہلے ہی ادا کردے۔

ووٹ بھی بلاشبہ ایک شہادت ہے، قرآن وسنت کے یہ تمام احکام اس پر بھی جاری ہوتے ہیں، لہٰذا ووٹ کو محفوظ رکھنا دینداری کا تقاضا نہیں، اس کا زیادہ سے زیادہ صحیح استعمال کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ یوں بھی سوچنے کی بات ہے کہ اگر شریف، دین دار اور معتدل مزاج کے لوگ انتخابات میں تمام معاملات سے بلکل یکسو ہوکر بیٹھ جائیں تو اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے کہ وہ پورا میدان، شریروں، فتنہ پردازوں اور بے دین افراد کے ہاتھوں میں سونپ رہے ہیں، ایسی صورت میں کبھی بھی ایسی توقع نہیں کی جاسکتی کہ حکومت نیک اور اہلیت رکھنے والے افراد کے ہاتھوں میں آئے، اگر دین دار لوگ سیاست سے اتنے بے تعلق ہوکر رہ جائیں تو پھر انہیں ملک کی دینی اور اخلاقی تباہی کا شکوہ کرنے کا بھی کوئی حق نہیں پہنچتا۔

کیونکہ اس کے ذمہ دار وہ خود ہونگے اور انے حکام کا سارا عزاب وثواب ان ہی کی گردن پر ہوگا اور خود ان کی آنے والی نسلیں اس شر وفساد سے کسی طرح محفوظ نہیں رہ سکیں گی جس پر بند باندھنے کی انہوں نے کوشش نہیں کی۔

انتخابات خالص دنیاوی معاملہ نہیں

انتخابات کے سلسلے میں ایک دوسری غلط فہمی پہلی سے زیادہ سنگین ہے۔ چونکہ دین کو لوگوں نے صرف نماز، روزے کی حد تک محدود سمجھ لیا ہے، اس لیے سیاست ومعیشت کے کاروبار کو وہ دین سے بلکل الگ تصور کر کے یہ سمجھتے ہیں کہ سارے معاملات دین کی گرفت سے بلکل آزاد ہیں۔ چنانچہ بہت سے لوگ ایسے بھی دیکھے گئے ہیں جو اپنی نجی زندگی میں نماز، روزے اور وظائف واوراد تک کے پابند ہوتے ہیں، لیکن نہ انہیں خرید وفروخت کے معاملات میں حلال وحرام کی فکر ہوتی ہے، نہ وہ نکاح وطلاق اور برادریوں کے تعلقات میں دین کے احکام کی کوئی پرواہ کرتے ہیں۔ ایسے لوگ انتخابات کو بھی ایک خالص دنیاوی معاملہ سمجھ کر اس میں مختلف قسم کی بدعنوانیوں کو گوارا کر لیتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ ان سے کوئی بڑا گناہ سرزد ہوا ہے، چنانچہ بہت سے لوگ اپنا ووٹ اپنی دیانتدارانہ رائے کے بجائے محض ذاتی تعلقات کی بنیاد پر کسی نااہل کو دے دیتے ہیں، حالانکہ وہ دل میں خوب جانتے ہیں جس کو ووٹ دیا جارہا ہے وہ اس کا اہل نہیں، یا اس کے مقابلے میں کوئی دوسرا شخص اس کا زیادہ حق دار ہے، لیکن صرف دوستی کے تعلق، برادری کے رشتے، یا ذاری لحاظ ومروت سے متاثر ہوکر وہ اپنے ووٹ کو غلط جگہ استعمال کر لیتے ہیں، اور کبھی خیال بھی نہیں آتا کہ شرعی ودینی لحاظ سے انہوں نے کتنے بڑے جُرم کا ارتکاب کیا ہے۔

جیسا کہ اوپر عرض کیا جاچکا ہے کہ ووٹ ایک شہادت ہے اور شہادت کے بارے میں قرآن کریم کا ارشاد ہے۔

وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ (سورۃ الانعام:152)

اور جب کوئی بات کہو تو انصاف کرو، خواہ وہ شخص (جس کے خلاف بات کہی جارہی ہے) تمہارا قرب دار ہی کیوں نہ ہو۔

لہذا جب کسی شخص کے بارے میں ضمیر اور دیانت کا فیصلہ یہ ہو کہ جس شخص کو ووٹ دے رہے ہو وہ ووٹ کا مستحق نہیں ہے، یا کوئی دوسرا شخص اس کے مقابلے میں زیادہ اہلیت رکھتا ہے تو اس وقت محض ذاتی تعلقات کی بنا پر اسے ووٹ دے دینا جھوٹی گواہی کے ذیل میں آتا ہے۔ اور قرآن کریم میں جھوٹی گواہی کی مزمت اتنی شدت کے ساتھ کی گئی ہے کہ اسے بت پرستی کے ساتھ ذکر فرمایا گیا ہے۔

ارشاد ہے:

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ (سورۃ الحج:30)

بس تم پرہیز کرو بتوں کی نجاست سے اور پرہیز کرو جھوٹی بات کہنے سے اور حدیث شریف مین سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مواقع پر جھوٹی گواہی کو اکبر الکبائر میں شمار کر کے اس پر سخت وعیدیں ارشاد فرمائی ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں اکبر الکبائر (بڑے بڑے گناہ) نہ بتاؤں؟ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا اور والدین کی نافرمانی کرنا

اورخوب اچھی طرح سنو! جھوٹی گواہی، جھوٹی بات!

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تکیہ لگائے بیٹھے تھے، جب جھوٹی گواہی کا ذکر آیا تو اٹھ کر بیٹھ گئے اور جھوٹی گواہی کا لفظ بار بار ارشاد فرماتے رہے (بخاری ومسلم، جمع الفوائد صفحہ 162 جلد 2)

یہ وعیدیں صرف ووٹ کے غلط استعمال پر صادق آتی ہیں جو محض ذاتی تعلقات کی بنا پر دیا گیا ہو، اور روپے پیسے لیکر کسی نااہل کو ووٹ دینے میں جھوٹی گواہی کے علاوہ رشوت کا عظیم گناہ ہے۔ لہذا ووٹ ڈالنے کے مسئلہ کو ہرگز یوں نہ سمجھا جائے کہ یہ ایک خالص دُنیوی مسئلہ ہے اور دین سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ یقین رکھیے آخرت میں ایک ایک شخص کو اللہ کے سامنے کھڑا ہونا ہے، اور اپنے دوسرے اعمال کے ساتھ اس عمل کا بھی جواب دینا ہے کہ اس نے اپنی اس شہادت کا استعمال کس حد تک دیانت داری کے ساتھ کیا ہے۔

نااہل کو ووٹ دینا شدید تر گناہ ہے

بعض حضرات یہ سوچتے ہیں کہ اگر نااہل کو ووٹ دینا گناہ ہے تو ہم کون سے پاکباز ہیں؟ ہم صبح سے لیکر شام تک بے شمار گناہوں میں ملوث رہتے ہیں۔ اگر اپنے اگناہوں کی طویل فہرست میں ایک اور گناہ کا اضافہ ہوجائے تو کیا حرج ہے؟ لیکن خوب سمجھ لیجئے کہ یہ نفس وشیطان کا سب سے بڑا دھوکہ ہے، اوّل انسان اگر ہر گناہ کے ارتکاب کے وقت یہی سوچتا کرے تو وہ کبھی بھی گناہ سے نہیں بچ سکتا، اگر کوئی شخص تھوڑی سے گندگی میں ملوث ہوجائے تو اس کو اس سے پاک ہونے کی فکر کرنی چاہیئے نہ کہ وہ غلاظت کے کسی تالاب میں چھلانگ لگادے۔ دوسری بات یہ ہے کہ گناہ گناہ کی نوعیتوں میں برا فرق ہے جن گناہوں کے نتائج بد پوری قوم کو بھگتنے پڑیں ان کا معاملہ پرائیویٹ گناہوں کے مقابلہ میں بہت سخت ہے۔ انفرادی نوعیت کے جرائم، خواہ اپنی ذات میں کتنے گھناونے اور شدید ہوں لیکن ان کے اثرات دو چار افراد سے آگے نہیں بڑھتے اس لیے ان کی تلافی بھی عموماً اختیار میں ہوتی ہے ان سے توبہ واستغفار کرلینا بھی آسان ہے اور ان کے معاف ہوجانے کی امید بھی ہر وقت کی جاسکتی ہے۔ اور اس کے برخلاف جس گناہ کا بُرا نتیجہ پورے ملک اور پوری قوم کو بھگتنا ہو اس کی تلافی کی صورت نہیں، یہ تیر کمان سے نکلنے کے بعد واپس نہیں آسکتا اس لیے اگر کسی وقت انسان اس بدعملی سے آئندہ کے لیے توبہ کرلے تو کم از کم ماضی کے جرم سے عہدہ برا ہونا مشکل ہے اور اس کے عذاب سے رہائی کی امید بہت کم ہے۔ اس حیثیت سے یہ گانچوری، ڈاکہ، زنا کاری اور دوسرے تمام گناہوں سے شدید تر ہے۔ اور اسے دوسرے جرائم پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ یہ درست ہے کہ ہم صبح وشام بیسوں گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں مگر یہ سب گناہ ایسے ہیں کہ اللّٰہ تعالیٰ کسی وقت توبہ کی توفیق بخشے تو معاف بھی ہوسکتے ہیں اور ان کی تلافی بھی کی جاسکتی ہے۔

لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ ہم اپنی گردن ایک ایسے گناہ میں بھی پھنسالیں جس کی تلافی ناممکن اور جس کی معافی بہت مشکل ہے۔

بعض لوگ یہ بھی سوچتے ہیں کہ لاکھوں ووٹوں کے مقابلے میں ایک شخص کے ووٹ کی کیا حیثیت ہے؟ اگر وہ غلط بھی استعمال ہو جائے تو ملک وقوم کے مستقبل پر کیا اثر انداز ہو سکتا ہے؟

لیکن خوب سمجھ لیجئے کہ اول اگر ہر شخص ووٹ ڈالتے وقت یہی سوچنے لگے تو ظاہر بات ہے پوری آبادی میں کوئی ایک ووٹ بھی صحیح استعمال نہیں ہو سکے گا۔ پھر دوسری بات ووٹوں کی گنتی کا جو نظام ہمارے ہاں رائج ہے اس میں صرف ایک ان پڑھ، جاہل شخص کا ووٹ بھی ملک وملت کے لیے فیصلہ کن ہو سکتا ہے، اگر بے دین، بدعقیدہ اور بدکردار امیدوار کے بیلٹ بوکس میں صرف ایک ووٹ دوسرے سے زیادہ چلا جائے تو وہ کامیاب ہو کر پوری قوم پر مسلط ہو جائے گا۔ اس طرح بعض اوقات صرف ایک جاہل اور اَن پڑھ انسان کی معمولی غفلت، بھول چوک یا بددیانتی بھی پورے ملک کو تباہ کر سکتی ہے۔ اس لیے مروّجہ نظام میں ایک ایک ووٹ قیمتی ہے اور ہر فرد کا شرعی، اخلاقی، قومی اور ملی فریضہ ہے کہ وہ اپنے ووٹ کو اتنی ہی توجہ اور اہمیت کے ساتھ استعمال کرے جس کا وہ فی الواقع مستحق ہے۔

ووٹ کی شرعی حثیت

مفتی منیب الرحمن (چیئرمین رویت ہلال کمیٹی پاکستان)

ووٹ ایک جدید اصطلاح ہے۔عہدِ رسالت مآب ﷺ، عہدِ خلافتِ راشدہ اور قرونِ اُولیٰ میں اس کے ہم معنی کوئی اصطلاح رائج نہیں ہوئی، یہ جدید جمہوری دور کی اصطلاح ہے۔عہدِ رسالت مآب ﷺ، عہدِ خلافت راشدہ اور بعد کے ادوار میں ہمیں "بیعت" کی اصطلاح ملتی ہے، جو قرآن وحدیث میں بھی مذکور ہے۔عہدِ رسالت میں مختلف مواقع پر بیعت کی مندرجہ ذیل صورتیں ہمیں ملتی ہیں: (1) قبولِ اسلام کے لیے "بیعت علی الاسلام"، (۲) ہجرت کے موقع پر "بیعت علی الہجرۃ"، (۳) جہاد کے موقع پر "بیعت علی الجہاد"، سلمہ بن اکوع سے نبی ﷺ نے دومرتبہ جہاد پر بیعت لی۔یزید بن ابی عبید کہتے ہیں: میں نے سلمہ سے کہا: آپ کس چیز پر بیعت کرتے تھے، انہوں نے کہا: موت پر، (صحیح البخاری:4169)"۔(۴) ایک بیعت مُحرّمات ومُنکَرات کے ترک کرنے اور مامورات پر عمل کرنے کے بارے میں تھی، جو الممتحنہ:12 میں مذکور ہے اور اسے "بیعتِ مومنات" بھی کہا جاتا ہے، مگر یہ مومنات کے ساتھ خاص نہیں ہے، عبادہ بن صامت بیان کرتے ہیں کہ ہم نے بیعتِ عقبہ اُولیٰ کے موقعے پر رسول اللہ ﷺ سے عورتوں والی بیعت کی، کیونکہ اس وقت تک جہاد فرض نہیں ہوا تھا۔رسول اللہ ﷺ کے بعد بیعتِ امارت یا بیعتِ خلافت تھی، جو کئی صدیوں تک رائج رہی۔

خلفائے راشدین بیعتِ عام مسجد نبوی میں لیتے تھے، اُس کی حیثیت آج کے Vote of Confidence کی تھی۔فرق یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بیعت غیر مشروط تھی، انبیائے کرام اللہ تعالیٰ کے چنیدہ ہوتے ہیں اور اُن کے علم کا منبع وحیِ ربانی ہوتا ہے، لہٰذا اُن کے فرامین کو رد کرنے کا اختیار کسی کے پاس نہیں ہے، جبکہ اُولی الامر یا حاکمِ وقت کی اطاعت قرآن وسنت کی موافقت کے ساتھ مشروط ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "پس اگر تمہارا ان سے کسی چیز میں اختلاف ہوجائے، تو اُس (درپیش مسئلے) کو اللہ اور اس کے رسول (یعنی قرآن وسنت) کی طرف لوٹادو، (النسآء:59)"۔اللہ تعالیٰ کی منشا قرآن سے اور رسول اللہ ﷺ کی منشا حدیث سے معلوم ہوگی، یہ بات ذہن میں رہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی منشا ایک دوسرے کی ضد نہیں ہیں، بلکہ ایک ہی ہیں۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اور جس نے رسول کی اطاعت کی، اُس نے (درحقیقت) اللہ (ہی) کی اطاعت کی، (النسآء:80)"، ہمارے موجودہ دستوری نظام میں بھی حاکم کا حکم اگر آئین وقانون کے خلاف ہو، تو اُسے عدالت میں چیلنج کیا جاسکتا ہے اور جس کا موقف آئین وقانون کے مطابق ہوگا، عدالت اُس کی توثیق کرے گی۔اس سے قطع نظر کہ مطلق جمہوریت کی شرعی حیثیت کیا ہے، جدید دور میں مختلف سطح کے قانون ساز اداروں کے ارکان، وزرائے اعظم اور صدور کا انتخاب ووٹ کے ذریعے ہی ہوتا ہے۔بعض مناصب کے انتخابات بالواسطہ اور بعض کے بلاواسطہ ہوتے ہیں اور ووٹر کے لیے کم از کم عمر کی شرط ہوتی ہے، تعلیم یا صداقت ودیانت کی کوئی شرط نہیں ہوتی۔عام انتخابات میں ہر ادنیٰ واعلیٰ، عالم وجاہل، دیانت دار اور بددیانت کی رائے کا وزن برابر ہوتا ہے۔

موجودہ دور کے علماء میں سے علامہ مفتی محمد شفیع صاحب نے اپنی تفسیر "معارف القرآن" میں ووٹ کی شرعی حیثیت پر بحث کی ہے اور انہوں نے ووٹ کو شہادت کا درجہ دیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں (۱): "خصوصاً اسمبلیوں اور کونسلوں میں کسی امیدوار کو ووٹ دینا بھی ایک شہادت ہے، جس میں ووٹ دینے والا اسی بات کی گواہی دیتا ہے کہ اس کے نزدیک یہ امیدوار اپنی قابلیت اور دیانت وامانت کے اعتبار سے قومی نمائندہ بننے کے قابل ہے"۔۔وہ لکھتے ہیں (۲): "اسی طرح امتحانات میں طلبہ کے پرچوں پر نمبر لگانا بھی ایک شہادت ہے، اگر جان بوجھ کر یا بے پروائی سے نمبروں میں کمی بیشی کردی، تو یہ جھوٹی شہادت ہے، جو حرام اور سخت گناہ ہے"۔وہ لکھتے ہیں: (۳) "قرآن کی رُو سے نمائندوں کے انتخاب کے لیے ووٹ دینے کی ایک اور حیثیت بھی ہے، جس کو سفارش کہا جاتا ہے: گویا ووٹ دینے والا یہ سفارش کرتا ہے کہ فلاں امیدوار کو نمائندگی دی جائے" اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اور جو شخص اچھی سفارش کرے گا، تو (نیک کاموں میں) اس کا بھی حصہ ہوگا اور جو بری سفارش کرے گا، تو (برے کاموں میں) اُس کا برابر کا حصہ ہوگا، (النسآء:85)"۔

وہ لکھتے ہیں: (۵) "ووٹ کی تیسری حیثیت وکالت کی ہے کہ ووٹ دینے والا کسی امیدوار کو اپنی نمائندگی کے لیے وکیل بناتا ہے، اگر یہ وکالت قومی امور کی انجام دہی کے لیے ہے، تو کسی نااہل کو وکیل بنانا پوری قوم کے حقوق کو پامال کرنے کے مترادف ہے"۔خلاصہ یہ کہ ووٹ کی تین حیثیتیں ہیں: ایک شہادت، دوسری شفاعت، تیسری مشترکہ حقوق میں وکالت، پس نااہل اور بے دین کو ووٹ دینا بیک وقت جھوٹی شہادت، بری سفارش اور ناجائز وکالت ہے، اس کے تباہ کن نتائج کا ذمے دار ووٹ دینے والا بھی ہوگا، (معارف القرآن، ج:3، ص:70-71، بتصرف)"۔

ہماری رائے میں مندرجہ ذیل وجوہ کی بنا پر ووٹ کی یہ حیثیتیں محلِ نظر ہیں: جس قضایا عدالت میں گواہی دی جاتی ہے، اُسے اُس کے ردّوقبول کا اختیار ہوتا ہے، جبکہ جائز ووٹ کو الیکشن کا عملہ یا ریٹرننگ آفیسر رد نہیں کرسکتا۔اسی طرح کسی کے حق میں سفارش کی جائے، تو جس کے پاس سفارش کی جارہی ہے، شریعت کی رُو سے اُسے اُس کے ردوقبول کا اختیار ہوتا ہے، جو حدیثِ پاک سے ثابت ہے، لیکن پولنگ اسٹیشن کا پریذائیڈنگ آفیسر یا عملہ یا ریٹرننگ آفیسر از روئے قانون کسی جائز ووٹ کو رد کرنے کا اختیار نہیں رکھتے۔اسی طرح موکّل اپنے وکیل کو معزول کرنے کا اختیار رکھتا ہے، جب کہ ووٹ دیتے ہی مؤثر ہوجاتا ہے، اس کے بعد ووٹر نہ اپنے امیدوار کو معزول کرسکتا ہے اور نہ اپنے ووٹ کو منسوخ کرسکتا ہے۔منتخب امیدوار کی نااہلی کو جانچنے اور نااہلی کی بنیاد پر معزول کرنے کا اختیار الیکشن کمیشن یا الیکشن ٹریبونل یا اعلیٰ عدالتوں کے پاس ہوتا ہے، ووٹرز کے پاس نہیں ہوتا۔پس ہماری رائے میں ووٹ قضا ہے، جس طرح ہمارے نظامِ عدالت میں ماتحت عدالتوں میں ایک جج فیصلہ کرتا ہے، مگر ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ میں فیصلہ کبھی ایک جج کرتا ہے، اسے Single Bench کہتے ہیں، کبھی دو یا تین جج کرتے ہیں، اسے Small Bench کہتے ہیں، کبھی اس سے زیادہ جج کرتے ہیں، اسے Larger Bench کہتے ہیں اور اگر کبھی عدالت کے تمام جج صاحبان کسی مقدمے کا فیصلہ کرنے بیٹھ جائیں، تو اسے Full Court کہتے ہیں۔دو ججوں کی رائے مختلف ہوجائے تو ریفری جج مقرر کیا جاتا ہے، دو سے زیادہ ججوں پر مشتمل بنچ کی صورت میں اگر ان کے درمیان اتفاقِ رائے نہ ہوسکے تو کثرتِ رائے سے فیصلہ ہوتا ہے۔

لہٰذا ایک حلقۂ انتخاب میں کل ووٹروں کی مثال ایک جیوری یا عدالت کی ہے، اگر ووٹ از روئے قانون درست ہے، تو اُسے کوئی رد نہیں کر سکتا، اگر کرے گا تو عدالت میں چیلنج کیا جا سکتا ہے۔ ملکی قانون میں انتخاب کے موقع پر جو ووٹر انتخاب میں حصہ نہیں لیتے، وہ اپنے حقِ قضا سے محروم ہو جاتے ہیں اور جو حصہ لیتے ہیں، اُن کی رائے قضا میں شامل ہوتی ہے اور فل کورٹ کی طرح اکثریت کا فیصلہ جس امیدوار کے حق میں آئے، وہ منتخب ہو جاتا ہے۔ امیدوار کو کسی بھی درجے کے امتحان یا کسی منصب کے امتحان میں کامیاب یا ناکام قرار دینا بھی قضا ہے، اسی طرح وفاقی اور صوبائی پبلک سروس کمیشن یا کسی بھی سلیکشن بورڈ کی حیثیت بھی قضا کی ہے۔ البتہ علامہ مفتی صاحب کی اس رائے سے ہمیں کامل اتفاق ہے: ”پرائمری تا پی ایچ ڈی کسی بھی تعلیمی درجے میں کامیاب طالب علم کو سند دینا اس امر کی شہادت ہے کہ وہ مطلوبہ امتحان میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد اس علمی قابلیت کا حامل ہے، سو اگر کسی کو مطلوبہ امتحان میں کامیابی حاصل کیے بغیر سند دی گئی ہے، تو یہ شہادتِ کاذبہ ہے، حرام ہے اور گناہ ہے“۔ پس طالب علم یا امیدوار کو اس درجے کے امتحان میں کامیاب یا ناکام قرار دینا قضا ہے اور اُس کی سند شہادت ہے۔ اگر ووٹر اپنی قضا میں خیانت کرتا ہے، تو اس کے بارے میں شدید وعید آئی ہے:

عبداللہ بن عباس بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر صاحبِ اختیار نے یہ جاننے کے باوجود کہ (منصب کے لیے) کتاب اللہ اور سنتِ رسول کا زیادہ علم رکھنے والا بہتر شخص موجود ہے، کسی (جاہل اور خائن) کو عامل بنایا تو اس نے اللہ، اس کے رسول اور تمام مسلمانوں سے خیانت کی، (السنن الکبریٰ للبیہقی: 20364)“۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جس کو لوگوں پر قاضی بنایا گیا، اُس کو (گویا) بغیر چھری کے ذبح کر دیا گیا، (سنن ترمذی: 1325)“۔ بغیر چھری کے ذبح کیے جانے سے مراد کسی ایسے کند آلے سے ذبح کرنا ہے جس کی تکلیف ناقابلِ تصور ہے۔

نبی ﷺ نے فرمایا (۱): ”قاضیوں کی تین قسمیں ہیں: ایک جنت میں ہوگا اور دو جہنم میں ہوں گے۔ جنت میں وہ شخص ہوگا جس کو حق کا علم ہو اور وہ اس کے مطابق فیصلہ بھی کرے۔ جس شخص کو حق کا علم ہے، مگر وہ فیصلے میں ظلم کرتا ہے، تو وہ جہنم میں ہوگا اور جو شخص بغیر علم کے لوگوں کے فیصلے کرے، وہ بھی جہنم میں ہوگا، (سنن ابوداؤد: 3573)“۔

پس جب ووٹرز کے پاس منصبِ قضا آئے اور وہ عدل پر مبنی فیصلے نہ کریں، تو اُن کا یہ توقع رکھنا عبث ہوگا کہ جس امیدوار کے بارے میں انہوں نے فیصلہ کرتے وقت اپنے آپ پر اور پوری قوم پر ظلم کیا ہے، وہ عدل کا علمبردار ہوگا، یہ ببول کا درخت لگا کر گلاب کے پھولوں یا انگور کے خوشوں کی تمنّا کرنے کے مترادف ہے۔

ووٹ کی شرعی حیثیت

مولانا قاضی محمد نسیم (کلاچی)

ووٹ امانت ہے اور اس کا صحیح استعمال اسلامی فریضہ ہے۔ اس اسلامی ذمہ داری کو مفاد پرستی، سڑکوں، گلی کوچوں، کھمبوں، ٹرانسفارمروں اور آلو پیاز کی بھینٹ نہ چڑھایا جائے۔ ملک پاکستان میں حالات دن بدن بدتر ہوتے جارہے ہیں۔ انتخابات میں ووٹ استعمال کرتے وقت اس کو خالص دنیاوی معاملہ سمجھا جاتا ہے، حالانکہ ووٹ امانت ہے اور اس کا صحیح استعمال دینی فریضہ ہے۔ اگر اہلِ وطن اس دینی امانت اور اسلامی فریضہ کی ادائیگی میں ہمیشہ کی طرح سُستی اور کاہلی برتتے رہے تو نہ ملک کا کوئی طبقہ محفوظ رہے گا اور نہ ہی کوئی مقام۔ اگر ووٹ کا استعمال اسلامی فریضہ کی بجائے اپنے ذاتی مفادات کو مد نظر رکھتے ہوئے کیا جاتا رہا تو خدانہ کرے یہ ملک ہی باقی نہ رہے گا۔ اہل وطن کی یہ روش جو ملک میں چل پڑی ہے، اگر یکسر تبدیل نہیں کی جائے گی تو ملک سے بدامنی، غربت وافلاس، بے روزگاری کا خاتمہ ناممکن ہوگا۔ جس طرح الیکشن کمیشن کی ذمہ داری ہے کہ وہ انتخابات کو صاف شفاف رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرے تو ساتھ ساتھ امیدواروں کے صاف شفاف ہونے کی ذمہ داری کا احساس بھی پوری تندہی سے ادا کرے۔ الیکشن کمیشن سے زیادہ ذمہ داری عوام ووٹروں کی ہے کہ وہ ووٹ کو امانت اور اسلامی ذمہ داری کے طور پر استعمال کریں۔ اکثر وبیشتر کئی دہائیوں سے دیکھا جارہا ہے کہ انتخابات کے شروع ہوتے ہی غریب عوام جو مہنگائی، غربت، بے روزگاری کی ماری ہوئی ہے، اور مفاد پرست اشخاص اس وقت کو غنیمت سمجھتے ہوئے لیڈروں، پارٹیوں اور ان کے دلالوں سے کچھ وصول کرنے کے لئے دوڑیں لگانے لگ جاتے ہیں۔ نوکریوں کے حصول اور آلو پیاز کی فکر میں بے حسی، مفاد پرستی اور ضمیر کی کمزوری بلکہ ضمیر فروشی کا ثبوت دیتے ہوئے اور ملک کی بقاء کو داؤ پر لگاتے ہوئے اپنی عزت نفس اور اپنے بڑوں کے ناموس کو پس پشت ڈال کر یہ سوداگر چھوٹے بڑے بیوپاریوں کے دروازے کھٹکھٹانے لگ جاتے ہیں۔ الیکشن کی اصل روح اور اصل مقصد کسی کے پیش نظر نہیں ہوتا۔ ہر ایک امیدوار نے بھی اور ووٹروں نے بھی اپنے مفاد کو سب کچھ سمجھا ہوتا ہے، اور ان کے مدنظر چل کی خیر کل کی خیر ہوتی ہے۔ ووٹ استعمال کرنے کا مقصد ایسے باکردار لوگوں کو منتخب کرنا ہوتا ہے جو ملک کے خیر خواہ ہوں، ملکی مفاد، ملک کی بقاء اور استحکام کا درد رکھنے والے ہوں اور نفاذِ شریعت ان کی اولین ترجیح ہو، نہ کہ ایسے آدمی کو منتخب کریں کہ جن کا نظریہ اور مشن صرف اور صرف اپنی تجوریاں بھرنا ہو، نیز یہ بھی ضروری ہے کہ امیدوار خدا اور رسول اکے دین کا باغی اور منکر بھی نہ ہو۔

ووٹ کا استعمال ہم سنی مسلمان اپنا ووٹ اس امیدوار کے حق میں استعمال کریں گے جو صوم وصلوٰۃ کا پابند ہو، نشہ آور اشیاء کا عادی نہ ہو، جواری اور سود خور نہ ہو، وطن پاکستان کو جسے لاکھوں مسلمانوں نے جان، مال اور عزتوں کی قربانی دے کر اسلامی نظامِ حکومت، نظامِ معیشت، نظامِ عدالت کے لئے حاصل کیا تھا، اس کی مقننہ اور بااختیار اسمبلی میں غیر مسلم شریک نہ کیا جائے۔

بالکل اسی طرح جس طرح کہ روسی نظام کا قائل امریکہ کی ریاستوں میں شامل نہیں کیا جاتا اور اسی طرح امریکی نظام کو ماننے والا روسی حکومت میں برداشت اور شامل نہیں کیا جاتا۔ اگر ان شرطوں کا کوئی امیدوار نہ ملے تو اس سے بہتر ہے کہ پھر ووٹ استعمال ہی نہ کیا جائے۔ ووٹ ایک شرعی شہادت ووٹ نمائندہ کے حق میں شہادت ہے۔ اور ہر اکیس سالہ شہادت کا اہل نہیں ہوتا، شہادت کے لئے صرف بالغ ہونا کافی نہیں، بلکہ جھوٹ کا عادی نہ ہونا بھی ضروری ہے یا خوفِ خدا کی وجہ سے جس کی علامت کم از کم صوم وصلوٰۃ کی پابندی ہے، جیسے سطور بالا میں عرض کیا گیا۔ مولانا مفتی محمد شفیعؒ نے معارف القرآن جلد دوم آیت ''أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا'' کے متعلق لکھا ہے: آیت کا نزول اگرچہ ایک خاص واقعہ میں ہے، لیکن حکم عام جس کی پابندی پوری امت کے لئے ضروری ہے۔ ''إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا'' یعنی اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے مستحقین کو پہنچایا کرو (اسی طرح ووٹ بھی ایک شہادت اور امانت ہے) جس کے ہاتھ میں کوئی امانت ہے، اس پر لازم ہے کہ یہ امانت اس کے اہل و مستحق کو پہنچادے۔ حکومت کے مناصب (عہدے) جتنے بھی ہیں، وہ سب اللہ کی امانتیں ہیں، جس کے امین وہ حکام اور افسر ہیں جن کے ہاتھ عزل ونصب کے اختیارات ہیں، ان کے لئے جائز نہیں کہ کوئی عہدہ کسی ایسے شخص کے سپرد کردیں جو اپنی عملی یا علمی قابلیت کے اعتبار سے اس کا اہل نہیں ہے، بلکہ ان پر لازم ہے کہ ہر کام اور ہر عہدہ کیلئے اپنے دائرۂ حکومت میں اس کے مستحق کو تلاش کریں۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے: جب دیکھو کہ کاموں کی ذمہ داری ایسے لوگوں کے سپرد کردی گئی جو اس کے اہل نہیں تو (اب فساد کا کوئی علاج نہیں) قیامت کا انتظار کرو۔ اب ہر شخص یہ سوچ سمجھ کر ووٹ استعمال کرے کہ آیا میرا ووٹ ایسے شخص کے حق میں تو نہیں جارہا جس کا قرآن وحدیث سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

آج جو پوری دنیا خصوصاً اسلامی ملک پاکستان میں جو فساد، بدامنی، دہشت گردی اور تخریب کاری کی آگ سلگ رہی ہے، یہ ہمارے غلط انتخاب کا نتیجہ ہوتا ہے۔ قرآن کریم نے لفظ ''أمانات'' صیغۂ جمع لاکر اس کی طرف اشارہ کردیا کہ امانت صرف اسی کا نام نہیں کہ ایک شخص کا مال کسی دوسرے شخص کے پاس بطور امانت رکھا ہو، بلکہ امانت کی بہت سی اقسام ہیں، جن میں حکومتی عہدے بھی داخل ہیں۔ انتخابات میں ووٹ، ووٹر اور امیدوار کی شرعی حیثیت ''مفتی محمد شفیع صاحبؒ'' کے رسالے سے ضروری سمجھ کر تحریر کرتا ہوں۔ امیدواری کسی مجلس کی ممبری کے انتخابات کیلئے جو امیدوار کی حیثیت سے کھڑا ہو، وہ گویا پوری ملت کے سامنے دو چیزوں کا مدعی ہے: ایک یہ کہ وہ اس کام کی قابلیت رکھتا ہے، جس کا وہ امیدوار ہے، دوسرے یہ کہ وہ دیانت داری سے اس کام کو انجام دے گا۔ اب اگر واقع میں وہ اپنے اس دعویٰ میں سچا ہے، یعنی قابلیت رکھتا ہے اور امانت ودیانت کے ساتھ قوم کی خدمت کے جذبے سے اس میدان میں آیا تو اس کا یہ عمل کسی حد تک درست ہے اور بہتر طریق اس کا یہ ہے کہ کوئی شخص خود مدعی بن کر کھڑا نہ ہو، بلکہ مسلمانوں کی کوئی جماعت اس کو اس کام کا اہل سمجھ کر نامزد کردے اور جس شخص میں اس کام کی صلاحیت ہی نہیں، وہ اگر امیدوار ہوکر کھڑا ہو تو قوم کا غدار اور خائن ہے، اس کا ممبری میں کامیاب ہونا ملک وملت کیلئے خرابی کا سبب تو بعد میں بنے گا، پہلے تو وہ خود غدار اور خیانت کا مجرم ہوکر عذابِ جہنم کا مستحق بن جائے گا۔ اب ہر وہ شخص جو کسی مجلس کی ممبری کیلئے کھڑا ہوتا ہے، اگر اس کو کچھ آخرت کی بھی فکر ہے تو اس میدان میں آنے سے پہلے خود اپنا جائزہ لے لے، اور یہ سمجھ لے کہ اس ممبری سے پہلے تو اس کی ذمہ داری صرف اپنی ذات اور اپنے اہل وعیال تک محدود تھی، کیونکہ بنصِ حدیث ہر شخص اپنے اہل وعیال کا بھی ذمہ دار ہے اور اب کسی مجلس کی ممبری کے بعد جتنی خلق خدا کا تعلق اس مجلس سے وابستہ ہے، ان سب کی ذمہ داری کا بوجھ اس کی گردن پر آتا ہے۔

اوروہ دنیاوآخرت میں اس ذمہ داری کا مسئول اور جوابدہ ہے۔ ووٹ اورووٹر کسی امیدوارِممبری کوووٹ دینے کی ازروئے قرآن وحدیث چند حیثیتیں ہیں: ایک حیثیت شہادت کی ہے کہ ووٹر جس شخص کو اپنا ووٹ دے رہا ہے، اس کے متعلق اس کی شہادت دے رہا ہے کہ یہ شخص اس کام کی قابلیت بھی رکھتا ہے اور دیانت اور امانت بھی۔ اور اگر واقع میں اس شخص کے اندر یہ صفات نہیں ہیں اور ووٹر یہ جانتے ہوئے اس کو ووٹ دیتا ہے تو وہ ایک جھوٹی شہادت ہے، جو سخت کبیرہ گناہ اور وبالِ دنیاوآخرت ہے۔ صحیح بخاری شریف کی حدیث میں رسول کریم انے شہادت کاذبہ کو شرک کے ساتھ کبائر میں شمار فرمایا ہے۔ جس حلقے میں چند امیدوار کھڑے ہوں اور ووٹر کو یہ معلوم ہے کہ قابلیت اور دیانت کے اعتبار سے فلاں آدمی قابل ترجیح ہے تو اس کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو ووٹ دینا اس اکبر کبائر میں اپنے آپ کو مبتلا کرنا ہے۔ اب ووٹ دینے والا اپنی آخرت اور انجام کو دیکھ کر ووٹ دے، محض رسمی مروت یا کسی طمع وخوف کی وجہ سے اپنے آپ کو اس وبال میں مبتلا نہ کرے۔ دوسری حیثیت ووٹ کی شفاعت یعنی سفارش کی ہے کہ ووٹر اس کی نمائندگی کی سفارش کرتا ہے۔ اس سفارش کے بارے میں قرآن کریم کا یہ ارشاد ہر ووٹر کو اپنے سامنے رکھنا چاہئے:

''مَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا''۔ (النساء:۸۵) ترجمہ: ''جو شخص اچھی سفارش کرتا ہے تو اس میں اس کو بھی حصہ ملتا ہے اور بری سفارش کرتا ہے تو اس کی برائی میں اس کا بھی حصہ لگتا ہے''۔ اچھی سفارش یہی ہے کہ قابل اور دیانت دار آدمی کی سفارش کرے جو خلق خدا کے حقوق صحیح طور پر ادا کرلے۔ اور بری سفارش یہ ہے کہ نااہل، نالائق، فاسق اور ظالم کی سفارش کر کے اس کو خلق خدا پر مسلط کرلے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے ووٹوں سے کامیاب ہونے والا امیدوار اپنے پانچ سالہ دور میں جو نیک یا بدعمل کرے گا، ہم اس کے شریک سمجھے جائیں گے۔ ووٹر کی ایک تیسری حیثیت وکالت کی ہے کہ ووٹ دینے والا اس امیدوار کو اپنا نمائندہ اور وکیل بناتا ہے، لیکن اگر یہ وکالت اس کے کسی شخصی (ذاتی) حق کے متعلق ہوتی اور اس کا نفع نقصان صرف اس کی ذات کو پہنچتا اور اس کا یہ خود ذمہ دار ہوتا، تو پھر بھی معاملہ ہلکا تھا، مگر یہاں ایسا نہیں، کیونکہ یہ وکالت ایسے حقوق کے متعلق ہے جس میں اس کے ساتھ پوری قوم شریک ہے، اس لئے اگر کسی نااہل کو اپنی نمائندگی کیلئے ووٹ دے کر کامیاب بنایا تو پوری قوم کے حقوق کو پامال کرنے کا گناہ بھی اس کے گردن پر رہا۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہمارا ووٹ تین حیثیتیں رکھتا ہے: ۱:.....ایک شہادت۔ ۲:.....دوسرے سفارش۔ ۳:.....تیسرے حقوقِ مشترکہ میں وکالت۔ تینوں حیثیتوں میں جس طرح نیک، صالح، قابل آدمی کو ووٹ دینا موجب ثوابِ عظیم ہے اور اس کے ثمرات اس کو ملنے والے ہیں، اسی طرح نااہل یا غیر متدین شخص کو ووٹ دینا جھوٹی شہادت بھی ہے۔ اور بری سفارش بھی اور ناجائز وکالت بھی اور اس کے تباہ کن ثمرات بھی اس کے نامۂ اعمال میں لکھے جائیں گے۔ ضروری تنبیہ! جس طرح قرآن وسنت کی رو سے یہ واضح ہوا کہ نااہل، ظالم، فاسق اور غلط آدمی کو ووٹ دینا گناہ عظیم ہے، اسی طرح ایک اچھے، نیک اور قابل آدمی کو ووٹ دینا ثواب عظیم ہے، بلکہ ایک فریضۂ شرعی ہے۔ قرآن کریم نے جیسے جھوٹی شہادت کو حرام قرار دیا ہے، اسی طرح سچی شہادت کو واجب ولازم بھی فرمایا ہے۔

آج جوخرابیاں انتخابات میں پیش آرہی ہیں، ان کی بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ نیک، صالح حضرات عموماً ووٹ دینے ہی سے گریز کرنے لگے، جس کا لازمی نتیجہ وہ ہوا جو مشاہدہ میں آرہا ہے کہ ووٹ عموماً ان لوگوں کے آتے ہیں جو چند ٹکوں میں خرید لئے جاتے ہیں اور ان لوگوں کے ووٹوں سے جو نمائندے پوری قوم پر مسلط ہوتے ہیں، وہ ظاہر ہے کہ کس کماش اور کس کردار کے لوگ ہوں گے! اس لئے جس حلقہ میں کوئی بھی امیدوار قابل اور نیک معلوم ہو، اُسے ووٹ دینے سے گریز کرنا بھی شرعی حرام اور پوری قوم وملت پر ظلم کے مترادف ہے۔ اور اگر کسی حلقہ میں کوئی بھی امیدوار صحیح معنیٰ میں قابل اور دیانتدار نہ ہو، مگر ان میں سے کوئی ایک صلاحیت کار اور خدا ترسی کے اصول پر دوسروں کی نسبت غنیمت ہو تو تقلیل شر اور تقلیل ظلم کی نیت سے اس کو بھی ووٹ دے دینا جائز، بلکہ مستحسن ہے۔ مختصر یہ کہ انتخابات میں ووٹ کی شرعی حیثیت کم از کم ایک شہادت کی ہے، جس کا چھپانا بھی حرام ہے اور اس میں جھوٹ بولنا بھی حرام اور اس پر کوئی معاوضہ لینا بھی حرام، اس میں محض ایک سیاسی ہار جیت اور دنیا کا کھیل سمجھنا بڑی بھاری غلطی ہے۔ آپ جس امیدوار کو ووٹ دیتے ہیں، شرعاً آپ اس کی گواہی دیتے ہیں کہ یہ شخص اپنے نظریے اور علم وعمل اور دیانتداری کی رو سے اس کام کا اہل اور دوسرے امیدواروں سے بہتر ہے۔ جس مقصد کے لئے یہ انتخابات ہو رہے ہیں، اس کی حقیقت کو سامنے رکھیں اور اس سے مندرجہ ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں: ۱:..... آپ کے ووٹ اور شہادت کے ذریعے جو نمائندہ کسی اسمبلی میں پہنچے گا، وہ اس سلسلہ میں جتنے اچھے یا بُرے اقدامات کرے گا، اُن کی ذمہ داری آپ پر عائد ہوگی، آپ بھی اُس کے ثواب یا عذاب میں برابر شریک ہوں گے۔ ۲:..... اس معاملہ میں یہ بات خاص طور پر یاد رکھنے کی ہے کہ شخصی معاملات میں کوئی غلطی بھی ہو جائے تو اس کا اثر بھی شخصی اور محدود ہوتا ہے، ثواب بھی محدود، عذاب بھی محدود، لیکن قومی اور ملکی معاملات سے پوری قوم متاثر ہوتی ہے۔ ۳:..... سچی شہادت کا چھپانا از روئے قرآن حرام ہے، اس لئے کسی حلقۂ انتخاب میں اگر کوئی صحیح نظریہ کا حامل اور دیانت دار نمائندہ کھڑا ہے تو اس کو ووٹ دینے میں کوتاہی کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ ۴:..... جو امیدوار نظریۂ اسلامی کے خلاف کوئی نظریہ رکھتا ہے، اس کو ووٹ دینا ایک جھوٹی شہادت ہے، جو گناہ کبیرہ ہے۔

۵:..... ووٹ کو پیسوں کے معاوضے میں دینا بدترین قسم کی رشوت ہے اور چند ٹکوں کی خاطر اسلام اور ملک سے بغاوت ہے۔ دوسروں کی دُنیا سنوارنے کیلئے اپنا دین قربان کر دینا کتنے ہی مال ودولت کے بدلے میں ہو، کوئی دانشمندی نہیں ہوسکتی۔ رسول پاک انے فرمایا ہے کہ: ''وہ شخص سب سے زیادہ خسارے میں ہے جو دوسرے کی دنیا کے لئے اپنا دین کھو بیٹھے''۔

ووٹ کی شرعی حثیت

ووٹ کی شرعی حیثیت کم ازکم شہادت کی ہے، اس کو محض سیاسی ہار جیت کا ذریعہ قرار دینا سخت نادانی ہے، قرآن وسنت کی رو سے واضح ہے کہ نااہل، ظالم، فاسق اور غلط آدمی کو ووٹ دینا گناہِ عظیم ہے، اسی طرح ایک اچھے نیک اور قابل آدمی کو ووٹ دینا ثواب بلکہ ایک فریضہ شرعی ہے، قرآن کریم میں جیسے جھوٹی شہادت کو حرام قرار دیا ہے اسی طرح سچی شہادت کو واجب اور لازم فرمایا ہے، ارشاد باری ہے **كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ** اور دوسری جگہ ہے **كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ** ان دونوں آیتوں میں مسلمانوں پر فرض کیا کہ سچی شہادت سے جان نہ چرائیں، اللہ کے لیے ادائیگی شہادت کے لیے کھڑے ہوجائیں، تیسری جگہ سورۂ طلاق میں ارشاد ہے **وَأَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلَّهِ** یعنی اللہ کے لیے سچی شہادت قائم کرو، ایک آیت میں ارشاد فرمایا کہ سچی شہادت کا چھپانا حرام اور گناہ ہے، ارشاد ہے: **وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ** یعنی شہادت کو نہ چھپاؤ اور جو چھپائے گا اسکا دل گنہ گار ہے۔ حاصل یہ ہے کہ مسلمانوں کو ووٹ ضرور ڈالنا چاہیے، البتہ ووٹ ڈالنے جس امیدوار کے حق میں ووٹ ڈال رہا ہے اس کے حق میں گویا یہ خود ہی گواہی دے رہا ہے کہ یہ امیدوار میرے علم کے مطابق سب سے زیادہ مستحق اور دیانت دار ہے، اس لیے چند امور اس کو ملحوظ رکھنے چاہئیں:

(۱) ووٹ ڈالنے میں احتیاط سے کام لے، غلط جگہ مہر وغیرہ نہ لگے، اس کا خیال رکھے ورنہ اس کا ووٹ ضائع ہوجائے گا جو کہ بڑا نقصان ہے۔

۲) باہم مشورے سے خوب سوچ سمجھ کر ووٹ دے، محض اپنے تعلقات یا غیر شرعی دباؤ سے متأثر ہوکر ہرگز ووٹ نہ دے۔

۳) جو امیدوار اس کے علم کے مطابق ووٹ کا زیادہ مستحق ہے **دیانۃ** اسی کو اپنا ووٹ دے۔

۴) جس امیدوار سے نقصان پہنچنے کا غالب اندیشہ ہو اس کو ہرگز ووٹ نہ دے۔

۵) اگر تمام امیدواروں کے حالات یکساں ہوں تو پھر جس سے زیادہ فائدہ کی امید اور کم نقصان کا اندیشہ ہو اس کو ووٹ دے۔

٦) روپیہ یا کوئی مال لے کر کسی کو ووٹ نہ دے یہ بدترین رشوت اور حرام فعل ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند فتوی:93-38/2/L=1434

ووٹ کس کو دینا چاہیئے؟؟؟

الجواب حامداومصلیا

ووٹ شرعا ایسے شخص کو دینا چاہیئے جس کو ووٹ دینا ملک وملت اور عوام کے لیے فائدہ مند ہو، خواہ وہ عالم ہو یا غیر عالم۔ اور اس میں اُس شخص کی اہلیت، دیانت اُس کا سیاسی نقطہ نظر اور منشور دیکھنا چاہیئے، ہاں اگر عالم دین بھی ہو تو یہ ایک اضافی خصوصیت ہے۔ اور جس جگہ ایسے عالم دین امید وار کے جیتنے کا امکان ہو تو اُسے کو ووٹ ضروری ہے۔ لیکن اگر کسی جگہ ایسی صورتحال ہو کہ عالم امیدوار کے جیتنا ممکن نہ ہو اور اس کو ووٹ دینے کی صورت میں یہ اندیشہ ہو کہ باقی امیدواروں میں سے کم بُرے امیدوار کے ووٹ کم ہو جائیں گے اور بدتر امیدوار جیت جائیگا تو ایسی صورت حال تقلیلِ شر کے ضابطے کو ملحوظ رکھتے ہوئے باقی امیدواروں میں سے کم بُرے امیدوار کو ووٹ دینا چاہیئے تا کہ زادہ بُرا امیدوار نہ جیت سکے اور اُس کے شر سے حفاظت ہو سکے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمود الحسن عفی عنہ

دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی

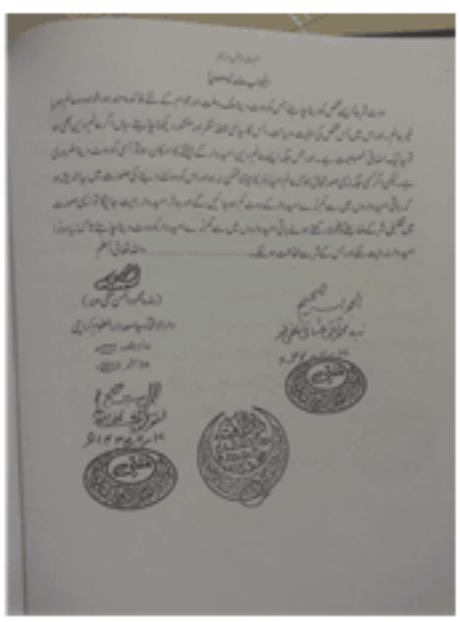

موجودہ حالات میں ووٹ ڈالنے کا شرعی حکم

بسم اللہ حامداو مصلیا

مروجہ جمہوریت کے نظام میں ووٹ ڈالنے کا حق ہر لائق ونالائق اور ہر عالم وجاہل اور ہر دیندار و بے دین کو ہوتا ہے اس لیے اس نظام انتخاب کا تعلق اس سے نہیں کہ کون سا امیدوار اسمبلی کا ممبر بننے کا حق دار ہے اور کون نہیں کیونکہ اہلیت کا فیصلہ پہلے ہی ہو چکا ہوتا ہے۔ بلکہ اس کا تعلق اس سے ہے کہ لوگ کس کو ممبر پسند کرتے ہیں اور کس کو نہیں، خواہ اس کی وجہ علاقے کا جاگیردار ہونا ہو یا رشتہ داری ہو یا کسی دینی وسیاسی جماعت سے وابستگی ہو یا اس سے کسی مالی منفعت کی تحصیل ہو یا دینی مقصد ہو یا سیکولر ہو۔ ہمارے ہاں اگرچہ امیدواروں کی اہلیت کا کچھ معیار تو طے کیا جاتا ہے لیکن اول تو دین و دنیا دونوں کی اعتبار سے ناقص ہوتا ہے، دوسرے اس پر دیانتداری سے عمل نہیں۔ گویا کہ وہ موم کی طرح ہے ذاتی مفادات کے لیے جیسے چاہو موڑ لو، دین کے نام پر جو میعار ہے اس بھی کھیل بنالیا جاتا ہے۔ عموما اصل طاقت جاگیرداروں، بڑی سرمایہ داروں، اور سرداروں کی ہے۔ جن کی وابستگی اپنے مفادات سے ہوتی ہے الا ماشاء اللہ، اور ان کی خاطر وہ ملک وقوم کے دشمنوں سے بھی جا ملتے ہیں، علاوہ ازیں یہ لوگ اپنی جماعت کا ساتھ دیتے ہیں خواہ وہ معاملہ ملک کے باشندوں کے حق میں مفید ہو یا مضر اور خواہ دین کے مخالف ہی ہو۔

اس منظر نامے میں ہمارے ہاں کچھ دینی جماعتیں ہیں اور کچھ خالص سیاسی ہیں دینی نہیں۔ ایسی صورتحال میں ووٹ کس کو دیں؟ اس کی تفصیل یہ ہے:

عام سیاسی جماعتوں میں چونکہ دین سے زیادہ تعلق نہیں اس لیے ان میں دیکھنے کی چیز یہ ہے کہ شر اور برائی کس میں زیادہ ہے اور کس میں کم ہے اور سیاسی دینی جماعتوں میں یہ دیکھنا ہے کہ کس حلقے میں اس کی پوزیشن مضبوط ہے یا کمزور ہے؟

1۔ افر دینی جماعت کی پوزیشن مضبوط ہے تو اس کو ووٹ دیا جائے خواہ کوئی سی بھی ہوتا کہ اسمبلی میں دین کی آواز اٹھا سکے۔

2۔اگر دینی جماعت کی پوزیشن کمزور ہے اور غالب گمان یہ ہے کہ اس کا نمائندہ جیت نہیں سکے گا تو اس کو ووٹ نہ دیا جائے۔ایسی صورت میں اس سیاسی جماعت کو دیا جائے جس کا شر دوسری جماعتوں سے کم ہو۔

3۔اگر دینی جماعت کا نمائندہ نہ ہو یا ہو تو سہی لیکن اس کی پوزیشن انتہائی کمزرور ہو اور ووٹ دینے والا دیانتداری سے اس نتیجے پر پہنچے کہ ووٹ دینے کا کوئی فائدہ نہیں باقی جماعتیں تمام کی تمام شر میں برابر ہیں تو ایسی صورت یں ووٹ بلکل نہ بی دینے کی گنجائش ہے۔

4۔اگر حلقے کا امیدوار ایسی جماعت سے ہو جس کا شر زیادہ ہو لیکن وہ خود شر نہیں اور بلا تفریق حلقے والوں کے مفادات کے لیے کام کرتا ہو اور حق بات آگے پہنچا سکتا ہے خواہ قبول ہو یا نہ ہو تو ایسے شخص کو بھی ووٹ دیا جا سکتا ہے۔

مفتی عبدالواحد

(رئیس دارالافتاء جامعہ دارالتقوی لاہور)

موجودہ حالات میں ووٹ ڈالنے کا شرعی حکم

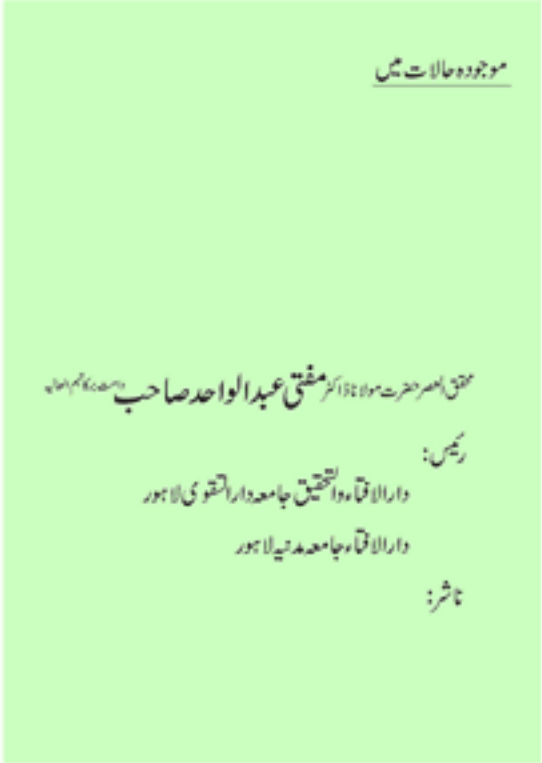

موجودہ حالات میں

محقق العصر حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب دامت برکاتہم العالیہ

رئیس:

دارالافتاء والتحقیق جامعہ دارالتقوی لاہور

دارالافتاء جامعہ مدنیہ لاہور

ناشر:

اُمیدیں اور انتخاب

حمد وثناء رب لم یزل کے واسطے، جس نے کائینات عالم کو بنایا۔ درود وسلام سید کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور، جنہوں نے کائنات وعالم کو سنوارا۔ امابعد!
ہم بحیثیت قوم اُمید، اُمید اور صرف اُمید کی کیفیت میں مبتلا ہیں اور توقع کسی اور نتیجہ کی رکھتے ہیں۔ ہم اخلاق وکردار تک کی بدعملی کے باوجود آنکھ بند ہوتے ہی جنت سدھارنے کی امید رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو رب، معبود برحق، رزاق وخالق، مالک الملک اور احد وصمد تسلیم کرنے کے باوجود، اس امید میں ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ فلاں اور فلاں کو خوش کرنے سے ہمیں کامیابی، اولاد ورزق عطا ہوگا۔ ہم اپنی اولاد کا پیٹ بھرنے کے لیے حلال وحرام کا فرق نہ کرنے کے باوجود اِس امید میں زندگی گزار رہے ہوتے ہیں کہ یہ بڑے ہوکر جنید بغدادیؒ اور رابعہ بصریؒ سے بھی چند قدم آگے ہونگے۔ ہم اپنے بوڑھے والدین کو جھڑکنے اور دھتکارنے کے باوجود خوش فہمی میں ہوتے ہیں کہ ہماری اولاد ہمارے بڑھاپے کا سہارا ہے۔ جو ہمارے ہی ووٹوں سے منتخب ہوتا ہے، اسے ہم اقتدار میں دیکھنا نہیں چاہتے اور جس طرح کی قیادت کو پسند کرتے ہیں ان کو ووٹ دینے کا حوصلہ ہم نہیں رکھتے۔ ہماری حالت لطیفوں کے اس کردار جیسی ہوچکی ہے، جو لاہور کی گاڑی میں سوار ہوکر دعا کے ساتھ ساتھ اس امید میں بیٹھا ہوتا ہے کہ یہ مجھے کسی نہ کسی طرح کراچہ پہنچا ہی دے گی۔ قرآن کریم اس طرح کی کیفیت پر واضع تبصرہ فرماتا ہے کہ

لَیْسَ بِاَمَانِیِّکُمْ وَلَآ اَمَانِیِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِهٖ وَلَا یَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا (سورۃ النساء:123)

نہ تمہاری تمنائیں کافی ہیں، نہ اہل کتاب کی آرزوئیں۔ جو بھی برا عمل کرے گا، اس کی سزا پائے گا، اور اسے اللہ کے سوا اسے اپنا کوئی مددگار نہیں ملے گا۔

بلکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں واضع کیا ہے کہ جب میں کسی قوم پر اپنے انعام کی بارش کردیتا ہوں، تو اس وقت تک یہ نعمتیں واپس نہیں لیتا۔ جب تک وہ اپنے عمل سے میری ان نعمتوں کو ناپسند نہ کرنے لگ جاتے، اور اسی طرح جب کسی قوم کو آزمائش اور امتحان میں مبتلا کیا جاتا ہے، تو اس وقت تک رحمت کی بارش نہیں برستی جب تک وہ اپنے کردار وعمل سے رحمت کے طلبگار نہیں بن جاتے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ یَكُ مُغَیِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰی قَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ (سورۃ الانفال:53)

ترجمہ: یہ سب کچھ اس لیے ہوا کہ اللہ کا دستور ہے کہ اس نے جو نعمت کسی قوم کو دی ہو اسے اس وقت تک بدلنا گوارا نہیں کرتا جب تک وہ لوگ خود اپنی حالت تبدیل نہ کرلیں، اور اللہ ہر بات سنتا ہے، سب کچھ جانتا ہے۔

لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ یَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ (سورۃ الرعد:11)

ترجمہ: ہر شخص کے آگے اور پیچھے نگراں (فرشتے) مقرر ہیں، جو اللہ کے حکم سے باری باری اس کی حفاظت کرتے ہیں، یقین جانو اللہ کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا، جب تک وہ خود اپنے حالا تمیں تبدیلی نہلے آئیں اور جب اللہ کسی قوم پر آفت لانے کا ارادہ کر لیتا ہے، تو اس کو ٹالنا ممکن نہیں، اور ایسے لوگوں کا خود اس کی سوا کوئی رکھوالا نہیں ہوسکتا۔

ان دو آیات کا ایک بار پھر بغور مطالعہ کیجئے اور گریبان میں سر ڈال کر سوچئے، اپنا محاسبہ کیجئے!!! کہ ہم جن نتائج کی خواہش رکھتے ہیں اور جن حالات کی امید گائے بیٹھے ہیں، کیا ہمارے اعمال ہمیں وہاں تک پہنچائیں گے؟ ہم نے جس راستہ پر قدم رکھ دیے ہیں، کیا یہ راستہ ہمیں ہماری منزل تک پہنچائے گا؟ ہم ان انتخابات میں جس طرح کی قیادت اپنے ملک کے لیے منتخب کرنا چاہتے ہیں، کیا ہمارا ووٹ بھی اسی طرح کی قیادت کو جائے گا یا پھر آئندہ پانچ سال احتجاج کی نظر ہونگے؟

ووٹ درحقیقت ایک ذمہ داری ہے، جسے ہم اپنی طرف سے اس نمائندہ کے حوالے کرتے ہیں، جسے ہم ووٹ دے رہے ہوتے ہیں گویا قوم کی ذمہ داری اس کے سپرد کر رہے ہوتے ہیں، پورے ملک کی باگ دوڑ اسے تھما رہے ہوتے ہیں، دوسرے لفظوں میں اپنا ملک، ملک کی تقدیر، قانون سازی سمیت وسیع اختیارات، دوستوں اور دشمنوں کا تعین، جنگ و صلح کے اختیارات، بین الاقوامی معالمات، سب کچھ اس کے ہاتھ میں دیتے ہیں، اس لیے اپنا حق رائے دہی استعمال کرتے ہوئے سو بار سوچنا چاہیئے، محض میڈیا سے متاثر ہو کر نہیں بلکہ حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے فیصلہ کرنا چاہیئے۔ علماء اکرام فقہی طور پر ووٹ کی تین حیثیتیں بیان کرتے ہیں۔

1۔۔۔۔۔امانے اقتدار کی سپردگی

2۔۔۔۔۔شہادت (گواہی)

3۔۔۔۔۔گواہی

یعنی ووٹ کے ذریعے حکومت و اقتدار کسی کے حوالے کیا جاتا ہے، مسلمانوں پر حکومت کرنے پر بجا طور پر "امانت" قرار دیا جاتا ہے، جس طرح ان سان کے پاس نیک راہ یا بدراہ پر چلنے کا اختیار ہے اور اس اختیار کو قرآن کریم نے سورۃ الحزاب کی آیت نمبر 72 میں ﷻ امانت ﷻ سے تعبیر کیا ہے، اسی طرح حاکم وقت کو حکومت کے نام پے حاصل ہونے والے وسیع اختیارات اور قومی خزانے اور ملی راز اس کے پاس امانت ہوتے ہیں اور یہ امانت ہم اپنے ووٹ کے ذریعے کسی کے حوالے کر رہے ہوتے ہیں، ایسی صورت حال میں ہمیں قرآن کریم کی اس ہدایت کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھنا چاہیئے۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُکُمۡ اَنۡ تُؤَدُّوا الۡاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَہۡلِہَا ۙ وَ اِذَا حَکَمۡتُمۡ بَیۡنَ النَّاسِ اَنۡ تَحۡکُمُوۡا بِالۡعَدۡلِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ نِعِمَّا یَعِظُکُمۡ بِہٖ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ سَمِیۡعًۢا بَصِیۡرًا (سورۃ النساء:58)

ترجمہ: (مسلمانو) یقیناً اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے حق داروں تک پہنچاؤ، اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو، یقین جانو اللیہ تم کو جس بات کی نصیحت کرتا ہے وہ بہت اچھ ہوتی ہے۔ بے شک اللہ ہر بات کو سنتا اور ہر چیز کو دیکھتا ہے۔

ووٹ کہی دوسری حثیت شہادت وگواہی کی ہے، ووٹ استعمال کرنے والا شخص اپنے حلقہ میں موجود متعدد جماعتوں کے نامزد اور آزاد امیدواروں میں سے کسی ایک کے بارے میں یہ گواہی دیتا ہے کہ یہ شخص اپنی سوچ وفکر، اپنے منشور ولائحہ عمل اور اپنے کردار وعمل کے اعتبار سے ملک وملت کا خیر خواہ بھی ہے اور نظم مملکت چلانے کا اہل بھی۔ یہ گواہی یقنا بہت بڑی گواہے ہے۔، گواہی کے متلعق واضع طور پر شرعی ہدایات موجود ہیں کہ اسے چھپانا بھی جائز نہیں اور اس کے عوض دنیاوی فوائد حاصل کرنا بھی ناجائز ہے، اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ گواہی کو انصاف کے ساتھ ادا کرنا ضروری ہے، اگر چہ یہ اپنے کسی خونی رشتہ دار کے خلاف یا جانی دشمن کے حق میں ہی کیوں نہ ہو۔

آیئے! گواہی کا تصور قرآن کی روشنی میں دیکھتے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّه مَخْرَجًا (سورۃ الطلاق:2)

ترجمہ: اور اللہ کی خاطر سیدھی سیدھی گواہی دو۔ لوگو! یہ وہ بات ہے جس کی نصیحت اس شخص کو کی جارہی ہے جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو۔ اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا، اللہ اس کے لیے مشکل سے نکلنے کا کوئی راستہ پیدا کردے گا۔

وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا (سورۃ البقرۃ:282)

ترجمہ: اور جب گواہوں کو (گواہی دینے کے لیے) بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں۔

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّه اٰثِمٌ قَلْبُه وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ (سورۃ البقرۃ:283)

ترجمہ: اور گواہی کو نہ چھپاؤ، اور جو گواہی کو چھپائے گا وہ گناہ گار دل کا حامل ہے، اور جو عمل بھی تم کرتے ہو اللہ اس خوب واقف ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا (سورۃ النساء:135)

ترجمہ: اے ایمان والو! انصاف قائم کرنے والے بنو، اللہ کی خاطر گواہی دینے والے، چاہے وہ گواہی تمہارے اپنے خلاف پڑتی ہو، یا والدین اور قریبی رشتہ داروں کی خلاف۔ وہ شخص (جس کے خلاف گواہی دینے کا حکم دیا جارہا ہے) چاہے امیر ہو یا غریب، اللہ دونوں قسم کے لوگوں کا (تم سے) زیادہ خیر خواہ ہے، لہذا ایسے نفسانی خواہش کے پیچھے نہ چلنا جو تمہیں انصاف کرنے سے روکتی ہو۔ اور اگر تم توڑ موڑ کروگے (یعنی غلط گواہی دوگے) یا (سچی گواہی دینے سے) پہلو بچاؤ گے تو (یاد رکھنا کہ) اللہ تمہارے کاموں سے پوری طرح باخبر ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (سورۃ المائدہ:8)

ترجمہ: اے ایمان والو! ایسے بن جاؤ کہ اللہ (کے احکام کی پابندی) کے لیے ہر وقت تیار رہو (اور) انصاف کی گواہی دینے والے ہو، اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم ناانصافی کرو۔ انصاف سے کام لو، یہی طریقہ تقوی سے قریب تر ہے۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ اللہ یقینا تمہارے کاموں سے پوری طرح باخبر ہے۔

یہ تمام آیات ہمیں واطع پیغام دے رہی ہیں کہ ووٹ کی پرچی پر مہر لگانے سے پہلے اچھی طرح سوچ لیجئے، کہیں ایسا نہ ہو کہ دنیاوی مفادات کی خاطر شہادت وگواہی کا غلط استعمال کر بیٹھیں، اس لیے ضروری ہے کہ کوبھی فیصلہ کرنے سے پہلے اپنے حلقہ میں انتخاب میں موجود امیدواروں کے بارے میں خوب غور خوض کریں، ان کا تعلق اگر کسی پارٹی سے ہے تو اس کے منشور کو پڑھیں، اس کی قیادت اور ارباب حل وعقد کی صلاحیتوں اور اخلاق وکردار سامنے رکھیں، بعدازاں امیدوار کی اپنی صلاحیتوں کا جائزہ لیں کہ وہ جس طرح خوش نما نعروں اور سبز باغوں سے عوام کا دل لبھانے کی کوشش میں ہے، کیا وہ منتخب ہونے کے بعد ان پر عمل پیرا بھی ہوسکتا ہے یا نہیں، ان لوگوں کے پاس XX اسلامی جمہوری XX سلبنت کا نظم سنبھالنے کی صلاحیت بھی موجود ہے کہ نہیں، اس سب کچھ پر اچھی طرح غور کرنے بعد مالی ودنیاوی مفاد، لسانی اور گروہی تعصّبات، ذاتی، خاندانی اور کاروباری مفادات سے بالاتر ہوکر فیصلہ کریں کہ ملک وملت کے لیے کس کا انتخاب کتنا فائدہ مند اور کتنا نقصان دہ ہے اور ان امیدواروں میں سے کون واقعی قانون ساز بننے کی اہلیت رکھتا ہے اور کون نہیں، اطمینان سے فیصلہ کیجئے اور اطمینان سے ووٹ کی پرچی پر مہر لگایئے، ان شاءاللہ آپ کی امیدیں پوری ہونگی

یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ ووٹ امیدوار کے حق میں شفاعت وسفارش بھی ہے، اور سفارش کے بارے میں بھی قرآنی اصول بڑا واضع ہے کہ:۔

مَّنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّه نَصِيْبٌ مِّنْهَا وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّه كِفْلٌ مِّنْهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا (سورۃ النساء85)

ترجمہ: جو شخص اچھی سفارش کرتا ہے، اس کو اس میں سے حصہ ملتا ہے، اور جو کوئی بری سفارش کرتا ہے اسے برائی میں سے حصہ ملتا ہے، اور اللہ ہر چیز پر نظر رکھنے والا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ میری سفارش سے جو کوئی کسی عہدہ تک پہنچے گا، اس کے اچھے برے کاموں کی ذمہ داری مجھ پر ہوگی، چنانچہ اگر بالفرض یہ شخص منتخب ہوکر کرپشن کرتا ہے، قومی خزانہ میں خرد برد کا ارتکاب کرتا ہے، ملی مفادات کو نقصان پہنچاتا ہے یا غلط قانون سازی کرتے ہوئے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی واضع حکم سے انحراف کرتا ہے، تو یہ جرائم جہاں اس نمائندہ کے ذمہ ہیں، اور وہیں بڑے بڑے جرائم میں وہ تمام لوگ بھی کسی حد تک ذمہ دار ہوں گے، جن کی غلط سفارش اور ووٹ سے یہ شخص اقتدار میں پہنچا زور اسے ان ملی جرائم کے ارتکاب کا موقع میسر آیا۔ اسی طرح یہ شخص ایوان تک پہنچ کر امانت کو درست استعمال کرتا ہے، تو جہاں یہ شخص اللہ کی طرف سے اجروثواب کا مستحق ہوگا، وہیں اس کا انتخاب کرنے والا ووٹر بھی یقنا لائق اجروثواب ہوگا۔ (بشکریہ: ماہنامہ صدائے فاروقیہ شجاع آباد جولائی 2018)